www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ترجمان القرآن

پروفیسر چوہدری عبدالحفیظ
پروفیسر حافظ اسرائیل فاروقی

آیت نمبر ۴۸

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (البقرہ:۴۸)

ترجمہ: اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی کے کام نہیں آئے گا۔ کسی کی سفارش منظور نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول ہوگا۔ نہ ہی لوگ (کسی اور طرح) مدد حاصل کر سکیں گے۔

ہمارے پیغمبر ہمیں چھڑا لیں گے!

مذکورہ اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کے اس دعوے کی تردید ہے جس میں وہ کہتے تھے کہ ہم چاہے کتنے ہی گناہ کرتے رہیں، ہمارے باپ دادا اور پیغمبر ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گے۔ بنی اسرائیل کے اس دعوے سے مکمل مماثلت رکھتے ہوئے اسی دعویٰ کے الفاظ آج کل ایک گروہ کے ہونٹوں سے یوں ادا ہوتے ہیں۔

"ہم عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہیں۔ ہم احکاماتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہے کتنی حکم عدولی کرتے رہیں۔ آخر کار نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری محبت اور عشق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گے"۔

اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ ایسے فکری مغالطے کے شکار انسانوں کو بار بار اپنا حکم سناتے ہوئے فرماتے ہیں

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ (سورہ فاطر: ۱۸)

ترجمہ : اور کوئی شخص کسی کے (گناہ کا) بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ (عبس: ۳۷)

ترجمہ : اور ہر شخص اس روز ایک فکر میں مبتلا ہو گا' وہی اس کے لئے کافی ہو گا۔

اور فرمایا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا (لقمان: ۳۳)

ترجمہ : اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کے بدلے کام نہیں آئے گا۔ اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے بدلہ میں جزا پائے گا۔

کتنے گستاخ ہیں وہ لوگ!

جو اللہ تعالیٰ کے ان واضح اعلانات کے باوجود اپنی اسی فکری گمراہی پر مُصر اور نازاں ہیں ان سے بڑھ کر گستاخِ الٰہ کون ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' باپ کا بیٹے کے کام آنا یا بیٹے کا باپ کے کام آنا تو بہت دور کی بات ہے اس دن تو بھائی' باپ اور ماں ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔

البتہ زیر نظر آیت میں پہلے نفس کا استعمال نفسِ مؤمنہ کے لئے ہے اور دوسرے نفس سے مراد نفسِ کافرہ ہے۔ یعنی کسی اللہ کے فرماں بردار کی اطاعت کسی نافرمان کی معصیت کی وجہ سے ملنے والی سزا کو دور نہیں کر سکے گی۔ اور نہ ہی کسی کی سفارش چل سکے گی جس پر جو سزا اللہ کی طرف سے لازم قرار دی گئی اس کا بھگتنا اس کے لئے ضروری ہو گا۔

مزید وضاحت کے لئے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ (مدثر: ۴۸)

ترجمہ : کسی سفارش کرنے والے کی سفارش انہیں فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔

اسی طرح دوزخ میں اسیر گنہگاروں کی زبان سے اس کی تصدیق کراتے ہوئے فرمایا

فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ (شعراء: ۱۰۱)

ترجمہ : (اور اہلِ نار کہیں گے) کوئی نہیں ہماری سفارش کرنے والا اور نہ ہی کوئی گہرا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دوست! اسی طرح اگر کوئی یہ چاہے یا سوچ کہ اس دن کوئی فدیہ یا بدلہ دے کر رہائی ہو جائے گی تو یہ بھی ناممکن ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ ٱلْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ ٱفْتَدَىٰ بِهِۦٓ ۗ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ ﴿٩١﴾

(آل عمران: ۹۱)

ترجمہ : اور وہ لوگ جو کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے' ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر کا سونا بھی بدلے میں قبول نہیں کیا جائے گا۔

دوسری جگہ اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُۥ مَعَهُۥ لِيَفْتَدُوا۟ بِهِۦ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾

(مائدۃ: ۳۶)

ترجمہ : بلا شبہ وہ لوگ جو کافر ہوئے' چاہے ان کے پاس اتنا مال ہو جو ساری زمین میں پائی جانے والی دولت کے برابر ہو' اس کے برابر اور بھی مزید ہو۔ انہیں قیامت کے دن عذاب سے رہائی نہیں دلوا سکے گا' نہ ہی اسے قبول کیا جائے گا۔ ان کے لئے دردناک عذاب مقدر ہو چکا۔

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا

وَإِن تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَآ (انعام: ۷۰)

ترجمہ : اگر بدلہ دے ہر امکانی بدل سے تو بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

واضح تنبیہہ

ارشاد ہے فَٱلْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۚ مَأْوَىٰكُمُ ٱلنَّارُ ۖ هِىَ مَوْلَىٰكُمْ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ

ترجمہ : آج کے دن نہ تم سے کوئی فدیہ قبول ہو گا اور نہ ہی ان لوگوں سے جو کافر ہیں' (فیصلہ کن بات یہ ہے) کہ تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور یہی دوزخ تمہارا دوست ہے۔

گویا۔۔۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلہ کو بار بار سناتے ہوئے بتا دیا ہے کہ جو لوگ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس دنیا میں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سچ مانتے ہیں، نہ ہی ان کی اطاعت کرتے ہیں تو قیامت کے دن ہمارا رویہ ان سے ایسا ہی ہو گا۔ کہ نہ کوئی رشتہ داری ان کے کام آئے گی۔ نہ کسی بڑے شخص (چاہے وہ ولی یا کسی دوسرے اعزازی نام سے پکارا جاتا ہو) کی سفارش کام آئے گی۔ اس کے علاوہ اگر زمین بھر کا سونا بھی دیں تو وہ بھی ان سے قبول نہیں ہو گا۔

گویا محض دعوائے عشق بغیر اطاعت کے بے کار ہے۔

سودے بازی، دوستی اور سفارش

قیامت کے دن ـــــ عدالت کی کاروائی کیسی ہو گی۔ اس کی ترجمانی اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں

مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ (البقرہ: ۲۵۴)

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ اس دن کے ہونے سے پہلے جس دن نہ سودے بازی ہو گی نہ دوستی اور نہ ہی سفارش چلے گی۔

اور مزید ہوش اڑا دینے والا ارشاد سنئے

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَٰلٌ ﴿٣١﴾ (ابراہیم: ۳۱)

نہ ہی اس میں کسی قسم کی تجارت (Horse Trading) ہو گی نہ دوستی (دوست نوازی) ہوگی جو اس کو اس کی سزا سے عافیت دلا سکے۔

عدل سے کیا مراد ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ عدل سے مراد بدل ہے اور بدل "فدیہ" کہلاتا ہے چنانچہ اسلاف کی ایک جماعت بھی اسی معنی سے متفق ہے۔

علی کرم اللہ وجہہ کے خیال میں "صَرف نفل ہے، عدل فریضہ ہے" لیکن یہ غریب قول ہے اور پہلی رائے ہی قرینِ قیاس ہے۔ ایک حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عدل "فدیہ" ہے یہ حدیث ابنِ جریر نے روایت کی ہے۔

مقصد تفکر یہ ٹھہرا کہ گنہگاروں کو مدد نہیں ملے گی۔ وہاں کوئی شخص ایسا نہیں ہو گا جو بارگاہ خداوندی میں سفارش کرنے کی جرأت و ہمت رکھے۔ کہ وہ کسی کو عذابِ الٰہی سے نجات دلا دے، غرض نہ کوئی اپنا ہو گا نہ پرایا، جو کسی کے کام آسکے۔

چنانچہ فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ سے بھی یہی مراد ہے کہ کافر کو عذاب سے رہائی دلانے میں نہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

کوئی قوت اور نہ ہی کوئی مدد یا فدیہ کارگر ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے گریز اور محض محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرنا' اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل سے فرار اور اس کے محبوب و منتخب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش یا شفاعت کی امید رکھنے کا انجام کیا ہوگا۔ مزید وضاحت کرنے والی مندرجہ ذیل آیات الٰہیہ پر غور فرمائیں۔

ارشاد ہے۔ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (مومنون: ۸۸)

ترجمہ: وہ (اللہ جل شانہ سب سے بچانے کی مکمل قدرت رکھتا ہے) وہ پناہ دیتا ہے مگر اس کے خلاف پناہ نہیں دی جا سکتی۔ اپنی کبریائی کی ہیبت سے مبہوت انسانوں کی بے بسی کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُۥٓ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُۥٓ أَحَدٌ (الفجر: ۲۶)

ترجمہ: اس دن اس کے عذاب سے زیادہ کسی کا عذاب نہیں ہوگا۔ اور اس کی کڑی گرفت سے زیادہ کسی کی مضبوط گرفت نہیں ہوگی۔ اس دن بڑے بڑے متکبرین کا عالم بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ ٱلْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ (صافات: ۲۶)

تم کو کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے بلکہ آج کے دن تو وہ فرماں بردار ہیں۔

اللہ سے قربت حاصل کرنے کا وسیلہ اور اس کا حشر

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ قُرْبَانًا ءَالِهَةًۢ ۖ بَلْ ضَلُّوا۟ عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ ﴿٢٨﴾

(احقاف: ۲۸)

"تو پھر جن کو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے اللہ کے سوا معبود بنایا ہوا تھا انہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی بلکہ وہ ان کے سامنے سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور یہی وہ افترا کیا کرتے تھے"

اللہ تبارک وتعالیٰ سے قربت حاصل کرنے یا خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جن اشخاص کو بھی وسیلہ بنایا جائے اللہ تعالیٰ کا ان وسیلوں کے بارے میں کیا فیصلہ ہے' ہر صاحبِ ہوش کو فکری گمراہیوں سے بچانے کے لئے یہی کافی ہے۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہی ہیں کہ اس دن کوئی کسی کی مدد کرے گا نہ کسی کی سفارش چلے گی' نہ ہی کوئی بدلہ قبول ہوگا' نہ فدیہ لیا جائے گا گویا دوستی باطل' شفاعت بے کار' رشوت مسترد' تعاون ناممکن' اس دن ترازوئے عدل اس عادلِ اعلیٰ کے ہاتھ میں ہوگا۔ جو بدی کی سزا اس کے برابر اور نیکی کا اجر کئی گنا دے گا۔

حتمی فیصلہ یہی ہے کہ

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾ (صافات: ۲۶)

"کھڑا رکھو ان سے پوچھنا ہے!

کیا ہوا تم کو آج ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ بلکہ آج کے دن تو وہ بڑے مطیع و فرماں بردار ہو رہے ہیں۔"

غرض اہل کتاب ہوں یا مشرکین' اس دن کسی کی رہائی ناممکن ہے۔ وہ دن دنیا داروں کا سا دن نہیں ہوگا۔ جہاں لینے دینے' کھانے کھلانے' خوشامد و آمد' سعی و سفارش سے کام بن جائے یا بھائی بند مدد کریں۔ یا دوست آشنا کام آئیں یا باپ دادا بچالیں۔

آیت نمبر ۴۹

وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٤٩﴾ (البقرہ: ۴۹)

ترجمہ: اور جب نجات دی ہم نے تم کو آلِ فرعون سے جو تمہیں بڑی تکلیف دیتا تھا۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتا اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے کڑی آزمائش تھی۔

ابنِ کثیرؒ لکھتے ہیں کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ ایک آگ بیت المقدس سے نمودار ہو کر مصر کے شہروں میں قبطیوں کے گھروں میں داخل ہوئی ہے اور بنی اسرائیل کے گھروں کو چھوڑ کر باقی سب کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ اس خواب سے فرعون ڈر گیا۔

تعبیر پوچھی گئی تو کسی نے کہا۔ کہ فرعون شاہی کا زوال بنی اسرائیل کے ہاتھوں ہونے والا ہے۔ فرعون کو بتانے والوں نے یہ بھی بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہونے والا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہے جس کی وجہ سے انہیں دولت و اقتدار حاصل ہوگا۔ انہیں اطلاعات کی بنا پر فرعون نے عام اعلان کر دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اسے جان سے مار دو۔ اور جو لڑکی پیدا ہو اسے زندہ رہنے دو! علاوہ ازیں فرعون نے بنی اسرائیل سے بڑی ذلیل کن اور گھٹیا قسم کی خدمات لینا شروع کر دیں۔

فرعون تھا کون؟

ابن کثیر کہتے ہیں کہ عمالقہ نام کی قوم اپنے ہر بادشاہ کو "فرعون" کے لقب سے پکارتی تھی، جس طرح روم اور شام کے لوگ اپنے حکمران کو قیصر کے نام سے پکارتے، ایرانی اپنے بادشاہوں کو کسریٰ، یمن والے اپنے حاکم کو تبع، حبشہ والے اپنے بادشاہ کو نجاشی، ہندوستان والے اپنے بادشاہ کو جیپال، چین والے خاقان اور یونان والے اپنے بادشاہ کو بطلیمہ کے نام سے پکارتے تھے۔

ابن کثیرؒ کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا "فرعون ولید بن مصعب بن ریان" ہے۔ کسی نے کہا اس کا خاندان عملیق بن اود بن ارم بن سام بن نوح سے تھا۔ اس کی کنیت ابو مرہ تھی، فارس نژاد اہلِ اصطخرا (ایک مقام) سے تھا۔

فتح البیان میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کی کتابوں میں اس کا نام "قابوس" تھا۔ چار سو برس سے زیادہ اس کی عمر تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ برس تھی۔

مسعودی کہتے ہیں کہ عربی میں فرعون کے کوئی معنی نہیں۔ جوہری کہتے ہیں کہ فرعون سرکش، جبار، متکبر اور مکار کو کہتے ہیں۔

بَلَآءٌ سے کیا مراد ہے؟

لفظ بَلَآءٌ۔۔۔ خیر اور شر دونوں کے حوالے سے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اگر بلاء کے معنی خیر لئے جائیں تو خیر یہ تھی اللہ نے ان کے آباء و اجداد کو فرعون کے عذاب سے نجات دی یہی وجہ ہے کہ ابنِ جریر، مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس جگہ "بلآءٌ" کا ترجمہ نعمتِ عظیم کیا ہے۔

اور اگر مراد شر ہے تو اس شر سے مراد فرعون کا بنی اسرائیل کے لڑکوں کو ذبح کرنا اور بیٹیوں کو زندہ رکھنا مراد ہے۔ سدی اور ابو العالیہ نے کہا کہ بلاء کے معنی آزمائش ہیں۔ آزمائش کبھی "خیر" اور کبھی "شر" دونوں صورتوں میں ہوتی ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (انبیاء: ۳۵)

اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے

دوسری جگہ فرمایا

بَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (اعراف: ۱۶۸)

اور ہم نے ان کو اچھائیوں اور برائیوں میں آزمایا تاکہ وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں۔

قرطبیؒ کی رائے میں بلاء سے مراد محض شر ہے! غالباً" جمہور کی رائے بھی یہی ہے۔

آیت نمبر ۵۰

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ

(البقرہ: ۵۰)

ترجمہ: اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا اور تم کو نجات دے کر فرعون کی قوم کو (اسی میں) غرق کر دیا' اور تم دیکھ ہی رہے تھے

یہ قصہ تفصیل کے ساتھ سورۂ شعراء میں بیان ہوگا۔ یہاں صرف "تم دیکھ ہی رہے تھے" کے بارہ میں توجہ دلائی جائے گی۔

"دیکھنے" کو یہاں اس لئے اہمیت دی گئی ہے تاکہ بنی اسرائیل کو اپنے دشمن کی غرقابی سے جو تسکین ہوئی تھی اس کی یاددہانی کرائی جائے۔ دشمن ان کے آنکھوں کے سامنے کس طرح ذلیل و خوار ہوا' اس کا احساس دلایا جائے۔

مرغِ سحر کی آواز

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر مصر سے نکلے' فرعون کو اطلاع ہوئی تو اس نے کہا "جب تک مرغ سحر کی آواز نہ سنو ان کا پیچھا نہ کرنا"

اللہ کی شان' اس رات مرغ کی آواز ہی غائب رہی' صبح کے وقت ایک بکرا ذبح کیا اور حکم دیا میرے اس بکرے کی بھونی ہوئی کلیجی کھانے تک چھ لاکھ قبطی جمع ہو جائیں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ فرعون اپنی افواج کو لے کر چلا۔

ادھر موسیٰ علیہ السلام جب دریائے نیل کے کنارے آپہنچے تو ان کے ایک ساتھی یوشع بن نون نے کہا اے موسیٰ تیرے رب کا حکم کیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے دریا پار کرنے کا اشارہ کیا یوشع بن نون گھوڑے سمیت دریا میں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اترے مگر غوطہ کھانے لگے پلٹ آئے' پھر موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں گھوڑے سمیت دریا میں اترے ' پھر غوطوں کی نوبت آئی تو پلٹ آئے اور کہا یہ کیسا حکم ہے تمہارے رب کا؟

موسیٰ علیہ السلام نے کہا واللہ نہ میں جھوٹا ہوں نہ تم جھوٹے ہو۔ میرے اللہ کا یہی حکم ہے۔

اسی کشمکش میں تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ حکم ہوا کہ اپنا عصا دریا کو مارو' موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی عصا مارا تو دریا پھٹ گیا۔ درمیان میں ۱۲ راستے نمودار ہوئے۔

پانی دونوں طرف پہاڑوں کے سلسلہ کی طرح منجمد ہو کر رہ گیا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ہمراہ ثابت و سالم ـــــ ان راہوں سے گزر کر کنارے پہنچ گئے۔

اس اثناء میں فرعون کی افواج بھی اس کنارے آ پہنچیں۔ دریا میں موجود راستوں سے گزر کر دوسرے کنارے پہنچنا چاہا مگر درمیان میں پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دریا کو روانی کا حکم دے دیا۔ جس کے نتیجہ میں فرعون اپنی افواج سمیت غرق ہو گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم ان کے غرق ہونے کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہی ۔ کہتے ہیں یہ عاشورہ کا دن تھا۔

یوم عاشورہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اس دن کی خصوصیت کیا ہے جو تم روزہ رکھتے ہو! تو انہوں نے کہا ۔ یہ وہ دن ہے جس دن موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات دلائی اور موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ تو نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کا حق دار میں ہوں اور پھر روزہ رکھا۔ اور سب کو حکم دیا کہ روزہ رکھو۔ (رواہ احمد) اس حدیث کو مسلم' بخاری' نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے انس رضی اللہ عنہ کی مرفوعاً" روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نجات کے لئے عاشورہ کے دن دریا پھاڑا۔ اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے لیکن سند ضعیف ہے ۔ زید عمی اس کے راوی میں ضعف ہے۔ ان کے شیخ یزید رقاشی بھی ضعیف ہیں۔

فتح البیان میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس عظیم معجزہ کا اعتراف کرنا بنی اسرائیل پر واجب ہے ۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماضی کے اندھیروں میں چھپے ہوئے اس معجزہ کو "ہو بہو" جیسے واقعہ ہوا اس طرح بیان کرنا اس سے بھی بڑا معجزہ ہے' لہٰذا نبی اکرم صلی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو تسلیم کرنا بنی اسرائیل کی آنے والی نسل پر لازم ہے۔

آیت نمبر ۵۱

وَإِذْ وَٰعَدْنَا مُوسَىٰٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ ٱتَّخَذْتُمُ ٱلْعِجْلَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَنتُمْ ظَٰلِمُونَ

ترجمہ: اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس رات کا وعدہ کیا تو تم نے ان کے پیچھے بچھڑے کو معبود مقرر کر لیا اور تم ظلم کر رہے تھے۔

پورا واقعہ سورہ الاعراف اور طٰہٰ میں آئے گا۔ سورہ اعراف میں فرمایا

وَوَٰعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَٰثِينَ لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَٰهَا بِعَشْرٍ (الاعراف: ۱۴۲)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات میعاد مقرر کی اور دس راتیں اور ملا کر اسے پورا "چلہ" کر دیا۔

کہتے ہیں کہ ایک مہینہ ذی قعدہ اور دس دن ذی الحج کے تھے۔ اور یہ واقعہ فرعون سے نجات اور دریا سے پار اتر جانے کے بعد ہوا تھا۔ اور "تم ظلم کر رہے تھے" اس لیے فرمایا کہ انہوں نے شرک کیا' شرک سے بڑا کوئی دوسرا ظلم نہیں۔

آیت نمبر ۵۲

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا تاکہ تم شکر گزار ہو۔

موسیٰؑ کے کوہ طور پر جانے کے بعد بنی اسرائیل نے ایک بچھڑے کو پوجا تھا۔ اللہ نے ان کا یہ قصور معاف کر دیا' اپنا احسان یاد دلایا۔ کہتے ہیں اس بچھڑے کا نام "بھموت" یا "بہبوت" تھا۔ لفظ موسیٰ عجمی اور عبرانی کا نام ہے۔ "مو" ماء کو کہتے ہیں' "شا" شجر کو بولتے تھے۔ انکو پانی اور درخت کے درمیان سے پایا تھا' اس لیے "موسیٰ" کہنے لگے۔ "ش" تبدیل ہو کر "س" ہو گیا۔ "شکر" کہتے ہیں محسن کی تعریف کرنے کو' اس کا احسان ماننے کو

آیت نمبر ۵۳

وَإِذْ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

ترجمہ: اور جب ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور معجزے عنایت کیے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔

کتاب سے اس جگہ تورات مراد ہے۔ فرقان وہ ہے جو حق و باطل اور ہدایت و ضلالت میں فرق کر دے۔ کسی نے کہا فرقان یہ تھا کہ فرعون کو ڈبو دیا' کسی نے کہا فرقان وہ ہے جو حلال و حرام میں تمیز پیدا کرے۔ اولیٰ یہ ہے کہ فرقان سے مراد حجت و بیان الٰہی ہے جیسے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"عصا" اور "ید بیضا" وغیرہ یعنی ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی' معجزات دیئے' اس کے بعد بنی اسرائیل کی توبہ کی تفصیل بیان فرمائی۔

آیت نمبر ۵۴

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِٱتِّخَاذِكُمُ ٱلْعِجْلَ فَتُوبُوٓا۟ إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَٱقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ

ترجمہ : اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا اے قوم! تم نے بچھڑے کو معبود ٹھہرانے میں بڑا ظلم کیا ہے۔ تم اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے توبہ کرو اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو۔ تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔ پھر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا وہ بیشک معاف کرنے والا اور صاحبِ رحم ہے۔

لفظ "باری" کے استعمال سے یہ جتلایا کہ وہ تمہارا خالق تھا' تم نے بڑا گناہ کیا اس کو چھوڑ کر غیر کی پوجا کی۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے انکی توبہ یہ تھی کہ جو شخص جس سے ملے باپ ہو یا بیٹا اس کو تلوار سے قتل کرے اور اس چیز کی پرواہ نہ کرے کہ کس نے کس کو مارا۔ جن لوگوں کا حال حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام پر مخفی رہا تھا اور اللہ کو انکے گناہوں کا علم تھا' انہوں نے توبہ کی' اپنے گناہوں کا اقرار کیا' اللہ کا حکم بجا لائے' اللہ نے قاتل و مقتول دونوں کو بخش دیا۔

(نسائی' ابن ماجہ' ابن ابی حاتم)

ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ ایک ٹکڑا ہے "حدیث الفتون" کا' سورہ طٰہ میں یہ پوری بحث آئیگی۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے' حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا تھا کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی وہ ایک دوسرے کو قتل کریں۔ وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی' خنجر لیکر نکلے اور قتل کرنا شروع کیا' اتنے میں سخت اندھیرا چھا گیا۔ جب اندھیرا دور ہوا تو دیکھا کہ ستر ہزار آدمی مقتول ہوئے تھے' جو شخص قتل ہوا اسکی توبہ قبول ہوئی اور جو بچ گیا وہ بھی تائب ٹھہرا۔ (ابنِ جریر)

آیت نمبر ۵۵ ۵۶

وَإِذْ قُلْتُمْ يَٰمُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى ٱللَّهَ جَهْرَةً

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فَأَخَذَتْكُمُ ٱلصَّٰعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٥﴾ ثُمَّ بَعَثْنَٰكُم مِّنۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: اور جب تم نے موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰؑ ہم اس وقت تک تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے، پس تم کو بجلی نے آگھیرا اور تم اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ پھر موت آجانے کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کیا تاکہ احسان مانو۔

ابن عباسؓ نے کہا "جہرۃ" کے معنی "علانیتہ" ہیں۔ قتادہؒ نے فرمایا "عیاناً" ہیں۔ یہ ستر آدمی تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ لیجانے کیلئے منتخب کیا تھا۔ انہوں نے اللہ کی گفتگو سن کر کہا کہ ہم تب ایمان لائیں گے جب اللہ کو اپنے سامنے دیکھیں گے اس پر بجلی کڑکی، آواز سنکر مر گئے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ "صیحہ" سے مراد آسمانی چیخ ہے، کچھ نے کہا "آگ"۔ سدیؒ نے کہا موسیٰؑ یہ حال دیکھ کر رو دیئے۔ اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اللہ نے وحی کی یہ وہ ستر اشخاص ہیں جنہوں نے بچھڑا پوجا تھا۔ پھر اللہ نے انکو زندہ کر دیا، ہر کوئی ایک دوسرے کے زندہ ہونے کو دیکھتا تھا۔ ربیع بن انسؒ نے فرمایا یہ موت انکی سزا تھی، اب زندہ رہ کر اپنی عمر پوری کریں گے۔ رازیؒ کا یہ قول کہ یہ سارے لوگ اس کے بعد "نبی" ہو گئے تھے ٹھیک نہیں ہے، اس لئے موسیٰ کے زمانے میں ہارون اور یوشع علیہم الصلوۃ والسلام کے علاوہ کوئی نبی نہیں ہوا۔ اہل کتاب کا یہ قول کہ ان سب آدمیوں نے اللہ کو دیکھا تھا غلط ہے۔ جب موسیٰؑ ہی نہ دیکھ سکے تو دوسرا کوئی دیکھنے کی کہاں تاب لاتا؟

قرطبیؒ نے فرمایا: زندہ ہونے کے بعد بھی وہ اس دنیوی زندگی کے مکلّف رہے اور تکلیفِ شرائع سے ساقط نہیں ہوئی تھی۔

رؤیتِ باری تعالیٰ

معتزلہ کہتے ہیں، اللہ کا دیدار نہ دنیا میں ہو سکتا ہے اور نہ آخرت میں ہوگا۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں اللہ کا دیدار نہیں ہو سکتا مگر آخرت میں ضرور ہوگا۔ صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ لوگ اپنے پروردگار کو دیکھیں گے۔ ان احادیث کی دلالت قطعی ہے۔ دلائل عقیلہ اور قواعد کلامیہ اس لائق نہیں ہیں کہ صحیح احادیث کے مقابل میں حجت ہو سکیں۔ یہ بحث حافظ ابن قیمؒ نے "حادی الارواح" میں مفصل لکھی ہے۔ جمہور سلف و خلف کے نزدیک قیامت کے دن اللہ کا دیدار ہونا کتاب و سنت کے دلائل سے بخوبی ثابت ہے،

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آیت نمبر ۵۷

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٥٧﴾

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بادل کا تم پر سایہ کئے رکھا اور تمہارے لئے من و سلویٰ اتارتے رہے تاکہ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں انکو کھاؤ پیو۔ (اگر تمہارے بزرگوں نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی تو) ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے تھے بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔

جب فرعون غرق ہو گیا' بنی اسرائیل جنگ کو چلے' انکے خیمے وغیرہ پھٹ گئے تو سارا دن دھوپ سے بچاؤ کیلئے بادل سایہ فگن رہتا۔ اناج کی جگہ من و سلویٰ نازل ہوتا۔ "مَن" دھنیے کی طرح کے میٹھے دانے تھے جو رات کو شبنم کی صورت میں برستے' لشکر کے گرد جمع ہو جاتے' صبح ہر آدمی اپنی اپنی مرضی کے مطابق چن لیتا۔ سلویٰ' ایک پرندے کا نام ہے شام کے وقت لشکر کے گرد ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو جاتے' اندھیرا ہوتا تو پکڑ کے بھون کر کھا جاتے ایک مدت تک یہ کھاتے رہے۔ عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے کہ بادل عام بادلوں کی طرح نہ تھا بلکہ اس سے کہیں زیادہ ٹھنڈا اور پاکیزہ تھا۔ قیامت کے دن اللہ ایسے ہی بادل کے سائے میں آئے گا۔ بدر کے دن فرشتے ایسے ہی بادل میں آئے تھے۔

یہ بادل بنی اسرائیل کے ساتھ میدان "تیہ" میں سایہ فگن رہتا تھا۔ "مَن" کہتے ہیں ترنجبین کو' مجاہد نے فرمایا ایک طرح کا گوند تھا۔ عکرمہؒ نے کہا "اَوس" مگر گاڑھی تھی' سدیؒ کا فرمان ہے زنجبیل کے درخت پر اوس پڑتی تھی۔ قتادہؒ نے فرمایا زمین پر گرتی جس طرح برف گرتی ہے' دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی تھی۔ طلوعِ فجر سے لے کر سورج کے نکلنے تک برستی رہتی' جو شخص ایک دن کی خوراک سے زیادہ لیتا تو خراب ہو جاتی۔ ربیع بن انسؒ نے فرمایا "مَن شہد کی طرح کا ایک مادہ تھا اس کو پانی میں ملا کر پیتے تھے"۔ وھب بن منبہؒ نے فرمایا: من چپاتی کی طرح پتلی روٹی تھی' شعبی نے کہا یہ تمہارا شہد من کا سترواں حصہ ہے۔ زید بن اسلمؒ کا بھی یہی قول ہے۔

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں مفسرین کی مَن کے بارے میں عبارتیں اور توجیہات ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ کسی نے اسے طعام کہا' کسی نے پانی ٹھہرایا۔ ظاہر یہ ہے کہ من وہ ہے جس کی اللہ نے ان پر "منت" (احسان) رکھی' خواہ وہ طعام ہو یا شراب'

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہر چیز بغیر محنت و مشقت کے ملتی، جو کہ آج من کے نام سے مشہور ہے اس کو تنہا کھاؤ تو طعام ہے، پانی سے ملاؤ تو شراب ہے کسی دوسری چیز سے ملاؤ تو کچھ اور بن جاتا ہے۔ لیکن آیت سے وہ "من" اس جگہ مراد نہیں ہے۔ بخاری میں سعید بن زیدؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ "من" کا پانی آنکھ کے لئے باعثِ شفا ہے۔ امام احمدؒ نے اس کو روایت کیا ابوداؤد کے علاوہ سب اہل سنن نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ ترمذیؒ نے اسے حسن "صحیح" کہا، ابن کثیرؒ نے ابن عباسؓ کے حوالے سے لکھا ہے سلویٰ ایک پرندہ ہے جو ثمانی (بٹیر) کے مشابہ ہے۔ یہی بات ابن مسعودؓ اور صحابہؓ کی ایک جماعت نے بھی کہی ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ وہ ایک چڑیا تھی جس طرح جنت کی چڑیا (کنجشک) ہو۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ وہ پرندہ سرخی مائل تھا، مغربی ہوا اس کو لاتی تھی۔ وھب بن منبہؒ نے فرمایا سلویٰ کبوتر کی طرح ایک پرندہ تھا۔ ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ تک کیلئے اس کو پکڑ رکھتے تھے وہ ایک سیل کے انداز میں ایک نیزہ بلند زمین پر گرتا تھا۔ سدیؒ نے فرمایا

جب بنی اسرائیل صحرا میں گئے تو موسیٰؑ سے کہا کھانا کہاں ہے؟ اللہ نے من و سلویٰ نازل کیا۔ پھر کہا پانی کہاں ہے؟ موسیٰؑ نے پتھر پر "عصاء" مارا بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ پھر کہا سایہ کہاں ہے؟ بادل سایہ فگن ہوگیا، پھر کہا لباس کہاں ہے؟ کپڑا جسم پر عمر کے مطابق بڑھتا رہتا، نہ پرانا ہوتا اور نہ ہی پھٹتا۔

آیت نمبر ۵۸

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾

اور جب ہم نے (ان سے) کہا کہ اس گاؤں میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے جی چاہے اور جو دل مانے خوب کھاؤ (پیو) اور دروازے میں سے داخل ہوتے وقت سجدہ کرو اور "حِطَّة" کہو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور ہم نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔

آیت نمبر ۵۹

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ترجمہ: پس ظالموں نے اس لفظ کو جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا بدل دیا اور اس کی جگہ دوسرا لفظ کہنا شروع کر دیا' پس ہم نے ظالموں پر انکی نافرمانیوں کے سبب آسمان سے عذاب نازل کیا۔

فرعون سے نجات پانے کے بعد میدان تیہ (صحرائے سینا) میں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے پھنسے ہوئے تھے' سورہ المائدہ میں اس کا بیان ہے۔ پھر ایک ہی کھانا کھاتے کھاتے اکتا گئے انکو ایک شہر میں پہنچایا اور حکم دیا کہ شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے کہو "حِطَّۃٌ" (اے اللہ ہمارے گناہ معاف کر دے) بنی اسرائیل نے مذاق سے حِطَّۃ کی جگہ حِنطَۃ "گندم" کا لفظ اختیار کیا اور سجدے کی بجائے بیٹھ کر آگے بڑھنے لگے' شہر میں داخل ہونے کے بعد ان پر طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔

اور دوپہر ہونے تک ستر ہزار آدمی لقمہ اجل بن گئے ابن کثیرؒ نے فرمایا: کہ اس آیت میں موسیٰؑ کے ان ساتھیوں کیلئے ملامت ہے جو مصر سے ان کے ساتھ نکلے تھے' انہیں حکم ہوا تھا کہ تم ارضِ مقدس (بیت المقدس) میں جاؤ۔ وہ تمہارے باپ اسرائیلؑ کی میراث ہے۔ وہاں جو کفار عمالیق رہتے ہیں ان کے خلاف جہاد کر کے انہیں وہاں سے نکال دو مگر انہوں نے پس و پیش کی' ہمت ہار دی اس پر اللہ نے سزا کے طور پر انہیں میدان تیہ میں پھینک دیا۔

ارضِ مقدس کی تحقیق

صحیح ترین قول یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

يَٰقَوْمِ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْأَرْضَ ٱلْمُقَدَّسَةَ ٱلَّتِى كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا۟ عَلَىٰٓ أَدْبَارِكُمْ

(المائدہ: ۲۱)

ترجمہ: اے قوم تم ارضِ مقدس میں جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے داخل ہو جاؤ اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیر دینا۔

○ ---- ایک قول یہ بھی کہ وہ شہر اریحا "قریہ جبارین" تھا' ابن عباسؓ اور عبدالرحمٰن بن زیدؓ کا یہی قول ہے مگر ابنِ کثیر کہتے ہیں کہ یہ بات سیاق و سباق سے بعید ہے اس لئے کہ بنی اسرائیل بیت المقدس کے ارادے ہی سے نکلے تھے۔ "اریحا" بیت المقدس کے قریب زیریں علاقہ میں ایک بستی ہے۔

○ ---- ایک قول یہ ہے کہ وہ شہر یا بستی "مصر" تھا۔ ابن کثیرؒ نے اس کو بھی رد کیا ہے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

امام رازیؒ نے بیت المقدس کو ہی صحیح قرار دیا ہے کیونکہ جب یوشع بن نونؑ کے ساتھ چالیس سال بعد بنی اسرائیل میدانِ تیہہ سے نکلے، اللہ نے انکو فتح دی جمعہ کے روز تھوڑی دیر کیلئے تیسرے پہر سورج کو روک دیا گیا یہاں تک کہ انہیں فتح حاصل ہو گئی۔ تو انہیں اسوقت یہ حکم ملا کہ شہر کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو جاؤ اور یہ سجدہ اللہ کی طرف سے حصولِ فتح و نصرت کیلئے تھا۔ جس نے کہا کہ اس سے مراد شہر "اریحا" ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ کیونکہ اس شہر کے سات دروازے تھے۔

قاضی بیضاویؒ کا خیال ہے کہ یہ ملک شام کی بات ہے لیکن جمہور مفسرین نے بیت المقدس کو ہی ترجیح دی ہے۔

سجدے کی نوعیت

ابن عباسؓ نے فرمایا سجدے سے اس جگہ رکوع مراد ہے۔ حسن بصریؒ نے کہا سجدہ مراد ہے مگر امام رازی نے اس کی تائید نہیں کی بعض نے کہا اس جگہ سجدے سے مراد خضوع ہے کیونکہ حقیقی سجدے کے معنی نہیں بنتے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ دروازہ قبلہ رُخ تھا۔ بعض نے کہا "باب" سے مراد "قبلہ کی طرف" تھی بعض نے کہا وہ جگہ جو اب تک "بابِ حطہ" کے نام سے معروف ہے۔ بعض نے کہا "باب قبہ" مراد ہے جس طرف موسیٰؑ اور بنی اسرائیل نماز پڑھتے تھے۔

ابن کثیرؒ لکھتے کہ حطہ اور سجدے کا حکم دراصل عاجزی و خاکساری کے اظہار کیلئے تھا تاکہ قول و عمل کے ذریعے اپنے قصور کا اقرار و اعتراف کر کے مغفرت کی دعا کریں اللہ کی نصرت کا شکر بجالائیں کیونکہ اللہ کو ایسے کام محبوب ہیں جس طرح فرمایا

إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ﴿١﴾ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا ﴿٢﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًا ﴿٣﴾ (سورۃ النصر)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آپہنچی اور فتح (حاصل ہو گئی) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اس سے مغفرت مانگو، بیشک وہ معاف کرنیوالا ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس سورت کی تفسیر میں بعض صحابہؓ کا یہ فرمان ہے کہ مرادِ فتح و نصرت کے وقت کثرتِ ذکر و استغفار ہے۔ مگر ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ اس میں رسول اکرمؐ کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے۔ لیکن ان دونوں اقوال میں کوئی اختلاف نہیں اس لیے کہ پہلے ذکر و استغفار کا حکم دیا پھر ساتھ ہی انتقال کی خبر بھی دے دی، رسول اکرمؐ کی عادتِ طیبہ یہ تھی کہ جب فتح ہوتی تو بہت زیادہ خشوع و خضوع کرتے۔ فتح مکہ کے روز ثنیہ علیا سے شہر میں داخل ہوئے تو بہت متواضع تھے، پھر غسل کر کے آٹھ رکعتیں نماز پڑھی۔

بعض نے کہا چاشت کی نماز تھی بعض نے کہا فتح کا شکرانہ تھا، اس لئے امیر و امام کے لئے مستحب ہے کہ جب کوئی شہر فتح کرے تو شہر میں داخل ہونے کے بعد فوراً" آٹھ رکعت نماز پڑھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے ایسا ہی کیا جب وہ ایوانِ کسریٰ میں پہنچے تو آٹھ رکعت نماز ادا کی، صحیح یہ ہے کہ یہ نماز دو دو رکعت کر کے پڑھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ساری نماز کے بعد ایک ہی سلام پھیرے۔ واللہ اعلم

بخاری شریف میں ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً" آیا ہے کہ جب بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ تم دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے حِطّۃٌ کہہ کر داخل ہو تو یہ گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے حطۃ کی بجائے حَبّۃٌ فِی شَعْرَۃٍ کہا، ابن اسحٰق نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حِطّۃ کی بجائے حِنْطَۃٌ کہا۔ براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ حِطّۃ کی بجائے "حِنْطَۃٌ حَمْرَاءُ فِیْھَا شَعِیْرَۃٌ" کہا۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا "ھَطّا سَمْعَا ثا اَزْبَۃٌ مَزْبا" اس کے عربی الفاظ اس طرح ہیں "حَبَّۃُ حِنْطَۃٍ حَمْرَاءُ مَثْقُوْبَۃٌ فِیْھَا شَعْرَۃٌ سَوْدَاءُ"

مفسرین کے ان اقوال کا نچوڑ یہ ہے کہ اللہ نے انہیں حکم دیا تھا کہ قول و فعل دونوں میں عاجزی و خاکساری کا اظہار کریں، انہوں نے قول و فعل دونوں میں نافرمانی کی اور اس بے ادبی اور گستاخی پر اللہ کا ان پر عذاب نازل ہوا جیسے قرآن میں ہے

فَأَنزَلْنَا عَلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ رِجْزًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ بِمَا كَانُوا۟ يَفْسُقُونَ

"کہ ہم نے ان پر فسق و فجور کے سبب آسمان سے عذاب نازل کیا"۔

لفظ "رِجز" کی تحقیق

ثابت ہوا کہ نزولِ عذاب کا سبب نافرمانی ہے، ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ "رِجز" آیا ہے اس سے مراد عذاب ہے۔ مجاہدؒ، ابو مالکؒ اور سدیؒ نے بھی اس قول کی تائید کی ہے۔ ابو العالیہ کا قول ہے کہ "رِجز" غضب کے معنوں میں آیا ہے، شعبیؒ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نے "رجز" سے طاعون مراد لیا ہے۔ حدیثِ سعدؓ' اسامہؓ و خذیمہؓ میں مرفوعا" آیا ہے کہ طاعون رِجز ہے۔

یہ عذاب تھا جو اللہ نے تم سے پہلے لوگوں پر اتارا تھا۔ اسے ابی حاتم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اسامہ بن زیدؓ سے ایک دوسری روایت مرفوعا" یہ آتی ہے کہ درد و تکلیف اور بیماری "رجز" ہے ' تم سے پہلے امتوں پر یہ عذاب آیا تھا۔ اسے ابنِ جریر نے روایت کیا ہے۔

(ف)

اہل علم کا خیال ہے کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ منصوص اقوال کا بدلنا جائز نہیں بلکہ انکے اتباع کی خصوصی ہدایت ہے۔ امام رازیؒ کا فرمان ہے کہ توقیفی (رسول اکرمؐ کی دی ہوئی ترتیب) اذکار و اقوال کا بدلنا جائز نہیں ----

میں کہتا ہوں کہ جب سے متاخرین نے رسول اکرمؐ کے الفاظ اور نصوصِ قرآنی کو چھوڑ کر مسائل و احکام بیان کرنے میں اپنے تراشیدہ الفاظ و عبارات کو اختیار کیا ہے تب سے اہلِ اسلام میں اختلاف رونما ہوا ہے۔ اگر کتاب و سنت کی نصوص کا مِن و عَن احاطہ کرتے تو تقلید و اتباع رائے وغیرہ کی خرابی پیش نہ آتی۔ امام غزالیؒ "احیاء العلوم" میں کئی الفاظ ایسے لکھتے ہیں جن کے معنی سلف کے نزدیک کچھ اور تھے۔ پھر اصطلاحِ خلف میں وہ الفاظ بدل کر کچھ اور معنی اختیار کیے گئے۔ مثلاً "فِقہ' صدرِ اول میں فقیہہ اسے کہتے تھے جو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب ہوتا تھا۔ اب فقیہہ وہ ہے جسے خریدوفروخت' نکاح اور اجارہ وغیرہ کے مسائل معلوم ہوں' کتبِ فروع سے ایسے مسائل نکال کر بتا سکے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے بات بدلنے والوں کو ظالم فاسق کہا' ان پر عذاب اتارا۔ اب بھی یہی دیکھا گیا ہے کہ جب کسی بستی اور شہر میں فسق و فجور کی کثرت ہوتی ہے تو وہاں سے وبا آتی ہے' سینکڑوں ہزاروں کو برباد کر جاتی ہے یہ وبا "رجز" ہے۔ کسی جگہ قحط پڑتا ہے' کسی جگہ زلزلہ آتا ہے' کہیں شکلیں مسخ ہو جاتی ہیں' کہیں زمین دھنس جاتی ہے' کسی جگہ سیلاب و طوفان تباہی لاتا ہے' کسی جگہ طاعون کی وبا پھوٹتی ہے۔

کہتے ہیں کہ اس "رجز" میں جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا ایک ہی وقت میں ستّر ہزار آدمی مارے گئے۔ یہ "رجز" میدان تیہہ میں نازل ہونے والے عذاب سے الگ تھا۔ سورۃ اعراف میں بجائے یَفْسُقُوْنَ کے یَظْلِمُوْنَ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ وہ جامع ہر دو وصف تھے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آیت نمبر ۶۰

وَإِذِ ٱسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ
لِقَوْمِهِۦ فَقُلْنَا ٱضْرِب بِّعَصَاكَ ٱلْحَجَرَ ۖ فَٱنفَجَرَتْ مِنْهُ
ٱثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا۟
وَٱشْرَبُوا۟ مِن رِّزْقِ ٱللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کیلئے (اللہ تعالیٰ سے) پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (انہوں نے لاٹھی ماری) تو پھر اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر (کے پانی پی) لیا (ہم نے حکم دیا کہ) اللہ کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی کھاؤ اور پیو مگر زمین میں فساد نہ کرتے پھرنا۔

میدانِ تیہ میں جب حیران و پریشان پھرتے تھے، پانی میسر نہ تھا تو ایک پتھر نے بارہ چشمے نکلے، بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے، کسی میں لوگ زیادہ تھے اور کسی میں کم ---- ہر قبیلے کی تعداد کے مطابق ایک چشمہ تھا، اس کو پہچان لیا۔ جب لشکر کوچ کرتا تو وہ پتھر ساتھ اٹھا لیتے جب پڑاؤ ہوتا تو رکھ لیتے۔ کہا گیا ہے کہ یہ گز دو گز لمبا نرم پتھر تھا۔ بعض نے کہا آدمی کے سر کے برابر تھا بعض نے کہا گائے کے سر کے برابر تھا۔ بعض کا خیال ہے یہ حضرت موسیٰؑ کے قد کے برابر دس گز لمبا جنت کا پتھر تھا۔ اس کی دو شاخیں تھیں جو رات کو اندھیرے میں چمکتی تھیں۔ وہ پتھر گدھے یا گائے پر لادا جاتا تھا۔ بعض نے کہا وہ پتھر آدمؑ کے ساتھ آیا تھا۔ شعیبؑ کو وِرثے میں ملا تھا۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو عصا (لاٹھی) کے ساتھ دیا تھا۔ بعض کا خیال ہے یہ وہ پتھر تھا جو حضرت موسیٰؑ کے کپڑے لیکر بھاگا تھا، جبرائیل نے ان سے کہا تھا تم اس پتھر کو اٹھا لو اسمیں اللہ کی قدرت ہے تمہارے لئے معجزہ ہے۔ ابنِ عباسؓ کا قول ہے کہ پتھر چوکور تھا۔ ہر جانب سے تین تین چشمے بہتے۔ یہ حدیث الفتون میں ہے نسائی نے اسکو روایت کیا ہے۔ ابن کثیرؒ کا فرمان ہے یہ قصہ سورۂ اعراف کے مشابہ ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہ مکی سورت ہے اور یہ مدنی ہے وہاں ضمیر غائب کی ہے یہاں خطاب کی۔ وہاں "فَانۢبَجَسَتْ" فرمایا (نکلا، بہا) یہاں "فَانْفَجَرَتْ" (پھوٹا، بہا) کہا۔ ان دونوں سیاق میں دَس وجہ سے فرق ہے جس کا ذکر کشاف میں ہے۔ لیکن مطلب ایک دوسرے کے قریب ہے۔ اس آیت میں بنی اسرائیل کو منع کیا کہ تم زمین میں فساد نہ کرتے پھرو، پہلے انہیں ظالم فاسق کہا تھا اب گویا مفسد بھی ٹھہرا دیا۔

جو لوگ مفسد نہیں ہوتے انکی لئے آخرت میں اچھائی کا وعدہ ہے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (قصص : ۸۳)

"وہ جو آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کیلئے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں ظلم و فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور نیک انجام تو پرہیز گاروں ہی کا ہے"۔

جس کسی شخص میں ظلم، فسق و فساد جمع ہو جائیں جان لو کہ وہ بنی اسرائیل کی مانند ہے اس کا انجام بھی انہیں کا سا ہوگا۔ (اللّٰھم احفظنا)

موسیٰؑ کا عصا جس سے پتھر کو مارا تھا درخت "آس" کا تھا۔ آدمؑ کے ساتھ جنت سے آیا تھا دس گز لمبا تھا، موسیٰؑ کے قد کے برابر تھا۔ اس کا نام علیق یا نبغہ تھا۔ بارہ قبیلوں کی تعداد چھ لاکھ تھی انکا پڑاؤ بارہ کوس (۲۰ کلو میٹر تقریباً) ہوتا تھا۔ یہ موسیٰؑ کا بڑا معجزہ ہے کہ ایک چھوٹے سے پتھر سے چھ لاکھ آدمیوں کو پانی ملتا تھا۔ مگر ہمارے رسولِ اکرمؐ کا معجزہ اس سے بھی بڑا ہے کہ وہ انگلیوں کے درمیان سے اتنا پانی نکلا کہ ایک جمِ غفیر سیراب ہوا۔

آیت نمبر ۶۱

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٦١﴾

ترجمہ : اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا آپ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ ترکاری، ککڑی اور گیہوں، مسور اور پیاز وغیرہ جو نباتات زمین سے اُگتی ہیں ہمارے لئے پیدا کرے، موسیٰ نے کہا بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو (اگر یہی چیزیں مطلوب ہیں) تو کسی شہر میں جا اترو وہاں جو مانگتے ہو مل جائے گا اور آخر کار ذلت و رسوائی اور محتاجی و بے نوائی ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئے، یہ اس سبب سے ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کر دیتے تھے اور یہ عذاب اس لیے بھی تھا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے آگے بڑھ گئے۔

حسن بصریؒ نے کہا انہیں اپنا پہلا عیش و عشرت یاد آیا' ایک کھانا مَن و سلویٰ کی صورت میں ملتا تھا اس پر صابر نہ ہوئے۔

فوم کو ابن مسعودؓ نے ثوم پڑھا ہے' ثوم کہتے ہیں لہسن کو' سلف کی ایک جماعت ابنِ عباسؓ' مجاہدؒ اور حسنؒ کا بھی یہی قول ہے۔ ث کی جگہ ف کا حرف استعمال ہوا' بعض نے کہا فوم گیہوں (گندم) کو کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ نے کہا بنی ہاشم کی زبان میں فوم حِنطَة کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مجاہدؒ اور عطاؒ نے کہا فوم سے مراد خبز (روٹی) قدیم لغت میں "فَوِّمُوْا" بمعنی "اِخْتَبِزُوْا" (روٹی کھاؤ) آیا ہے۔ جوہری نے بھی فوم کا ترجمہ حِنْطَہ کیا ہے۔ ابن درید نے سُنبُلَۃ (خوشہ) گردانا ہے۔ قتادہؓ نے فرمایا جس دانے کی روٹی پکاؤ وہی فوم ہے' بعض کا قول ہے شامی لغت میں فوم چنے کو کہتے ہیں' چنے فروش کو فامی یا فومی کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے کہا ایک خیال یہ بھی ہے کہ کھائے جانے والے سب دانے فوم کہلاتے ہیں۔ جس روئیدگی کی بیل نہ چلے اس کو ساگ کہتے ہیں۔ کشاف میں ہے زمین سے جو سبزہ اگتا ہے اسے بقل بولتے ہیں بنی اسرائیل کی مراد اس سے اچھے پاکیزہ ساگ (سبزیاں) تھے۔ یہ چیزیں اس لئے مانگیں کہ جنگل میں پڑے پڑے اکتا گئے تھے' اس بہانے سے شہر میں جانا چاہا۔ یہ جو فرمایا کہ شہر کو جاؤ یہ بطور اہانت و تذلیل کے تھا۔ اس لئے کہ جنگ میں راستہ مسدود تھا' کسی راستے سے شہر نہ جا سکتے تھے۔ اگر راستہ ڈھونڈ پاتے تو چالیس برس تیہہ میں حیران و پریشان زندگی بسر نہ کرتے' یہ بھی ثابت ہوا کہ اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ اختیار کرنا حماقت و جہالت کی دلیل ہے' ایسی تبدیلی انجام کار نقصان و خسران کا باعث بنتی ہے۔ کتاب و سنت خیرِ محض ہیں رائے و قیاس ادنیٰ ہیں جو لوگ ادنیٰ کو لیتے ہیں خیر کو چھوڑتے ہیں بلندی سے پستی کی طرف آتے ہیں۔

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے ذلت' خواری اور محتاجی انکا مقدر بن گئی تھی جس نے ان کو پایا ذلیل و خوار کیا۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ وہ اصحابِ قبالات (جزیہ دینے والے) ہیں۔ یہ انکی ذلت و مسکنت کی دلیل ہے۔ حسن و قتادہ نے کہا وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیتے تھے۔ اللہ نے انکو خوار کر دیا ہے انکی کوئی قوت باقی نہ رہی مسلمانوں کے ہاتھوں پامال ہوئے جب اِس اُمت نے انکو پایا تو وہ مجوس کے جزیہ گزار تھے۔ سدیؒ نے کہا مسکنت سے مراد فاقہ کشی ہے' عطیہ عوفی نے کہا خراج ہے۔ ضحاکؒ نے کہا جزیہ ہے' شوکانی نے کہا یہ جو اللہ نے خبر دی سب زمانوں میں نظر آتی ہے... سے زیادہ ذلیل و خوار اور محتاج و فقیر

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کوئی فرقہ نہیں۔ کسی جگہ کہیں بھی انہیں شوکت و جمعیت نہ ملی۔ ہر زمانے میں جہاں رہے غلاموں کی طرح رہے۔ اتفاقاً اگر ان میں کوئی مالدار بھی ہوتا ہے تو وہ محتاجی و فقیری ظاہر کرتا ہے تاکہ اس کے مال میں کسی کو طمع نہ ہو۔ خواہ اس طرح کہ ان پر جزیہ بڑھا دے یا اس طرح کہ بطور ظلم انکا مال چھین لے، غرضیکہ ساری قوموں میں ان سے بڑھ کر نہ کوئی ذلیل ہے اور نہ مال کا حریص۔ گویا سب کے سب فقراء و گدا ہیں اگرچہ آسودہ حال کیوں نہ ہوں۔

ضحاکؒ نے کہا "بَاءُوا بِغَضَبٍ" کا مطلب ہے کہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے یہ سزا انہیں اس لئے ہوئی کہ انہوں نے اتباعِ حق سے تکبر کیا، اللہ کی آیتوں کا انکار کیا، انبیاء کو معہ انکے پیروکاروں کے خوار کیا حتی کہ انہیں قتل کر دیا اس سے بڑھکر اور کیا کفر ہوگا۔ حدیث میں ہے کبر کہتے ہیں ردِ حق اور انسانی تحقیر کو۔ یعنی اپنے آپ کو بڑا ٹھہرانا، اوروں کو ذلیل سمجھنا اور حق کا انکار کرنا بنی اسرائیل نے جب یہ کام کئے اللہ نے ان پر عذاب نازل کیا، دنیا میں ذلیل و خوار کیا۔ ابن مسعودؓ کا فرمان ہے بنی اسرائیل ایک ایک دن میں اول وقت میں تین تین سو انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ تیسرے پہر کو سبزی ترکاری کا کاروبار کرتے۔ شعیاء، زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کو انہیں نے قتل کیا، حدیثِ ابن مسعودؓ میں مرفوعاً" آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس آدمی کو ہوگا جسے کسی نبی نے قتل کیا یا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا وہ گمراہی میں امام مانا جاتا تھا۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے، عصیان کہتے ہیں منع کئے گئے کام کو کرنا اور اعتداء کہتے ہیں حد سے آگے بڑھ جانے کو۔ اس قوم میں یہ دونوں وصف تھے۔

آیت نمبر ۶۲

إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلنَّصَٰرَىٰ وَٱلصَّٰبِـِٔينَ
مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذہب کا ہو) جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو انکو انکے اعمال کا اللہ کے ہاں صلہ ملے گا (اور قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

اجرو ثواب کسی خاص فرقے کیلئے موقوف نہیں بلکہ اللہ پر یقین لانا اور نیک عمل کرنا شرط

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہے، جس آدمی نے جس دور اور جس زمانے میں اور جہاں نیک عمل کیا اس نے ثواب پایا۔

بنی اسرائیل کو گھمنڈ تھا کہ وہ پیغمبروں کی اولاد ہیں اور ہر طرح اللہ کے قریب ہیں۔

"نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ"

حضرت موسیٰؑ کی امت یہود کہلاتی ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی امت کا نام ہے اور صابئین ایک فرقہ تھا جو حضرت ابراہیمؑ کو مانتا تھا۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں اللہ نے اس فرقے کا حال بیان کر دیا جس نے اللہ کی نافرمانی کی، زواجر کا مرتکب ہوا۔ محارم کو جائز قرار دیا تو اس بات پر آگاہ کیا گیا کہ گزشتہ امتوں میں سے جنھوں نے نیک عمل کئے انکو اچھا بدلہ ملے گا۔ یہی حکم تا قیامِ قیامت قائم ہے۔ جو بھی نبی اکرمؐ کی اتباع کرے گا اس کے لئے سعادتِ ابدی ہے نہ اس کو آئندہ کچھ ڈر ہے اور نہ کسی چیز کے فوت ہو جانے پر کچھ غم ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس:۶۲)

ترجمہ: جان لو جو اللہ کے دوست ہیں انکو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ
الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ (حم السجدہ:۳۰)

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے
ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو
اور جس جنت کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے اسکی خوشی مناؤ۔

حضرت سلمانؓ نے رسول اکرمؐ سے ان لوگوں کے دین کے بارے میں پوچھا جن کے وہ ہمراہ رہتے تھے اور انکی نماز و عبادت کا ذکر بھی کیا تو اس پر یہ آیت اتری (ابن حاتم نے اسکو روایت کیا ہے) سدیؒ نے فرمایا یہ آیت حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ یہودیوں کا ایمان تھا کہ سنتِ موسوی اور تورات کی پیروی لازمی ہے۔ جب عیسیٰؑ آئے تو جس کسی نے تورات اور سنتِ موسوی کو چھوڑ کر انکا اتباع نہ کیا وہ ہلاک ہوا۔

نصاریٰ کا ایمان تھا کہ انجیل اور حضرت عیسیٰؑ کی شریعت پر عمل ہونا چاہیے مگر جب رسول اکرمؐ تشریف لائے تو جس کسی نے انجیل اور عیسوی شریعت چھوڑ کر آپ کا اتباع نہ کیا وہ ہلاک ہوا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اس کے بعد یہ آیت اتری

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ
(آل عمران:۸۵)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا"۔

ثابت ہوا کہ کسی شخص سے کوئی عمل یا طریقہ مقبول نہیں ہے جب تک کہ وہ رسول اکرمؐ کی شریعت کے موافق نہ ہو۔ ہاں آپ کی بعثت سے پہلے جس نے اپنے زمانے کے رسولؑ کا اتباع کیا وہ طریقِ ہدایت اور سبیلِ نجات پر تھا اس آیت میں فقط اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔ رسولؐ کا ذکر نہیں ۔ یہ اس لیے کہ اتباعِ رسولؐ کے بغیر کوئی شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لا سکتا۔

اللہ پر وہی آدمی ایمان لائے گا جو پہلے رسولؐ پر ایمان لا چکا ہو گا۔ بعض نے کہا "اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوا" سے مراد منافقین ہیں اس لیے کہ ان کا ذکر ان تینوں فرقوں کے ساتھ کیا گیا ہے اولیٰ یہی ہے کہ یہاں اٰمَنُوا سے مراد سچے مومنین ہی ہیں۔ گویا اللہ نے اس امت اور پہلی امتوں کا حال بیان فرمایا ہے کہ مرجع ان سب کا اسی ایک حکم کی طرف ہے کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں اور عملِ صالح کریں ایمان سے مراد وہی ہے جو حدیثِ جبرائیل میں آیا ہے۔

ان تومن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر و تومن بالقدر خیرہ وشرہ

سو ایمان اسی کو ملتا ہے جو ملتِ اسلامیہ میں داخل ہوتا ہے جو رسول پر ایمان نہ لایا، قرآن کو نہ مانا وہ ہرگز مومن نہیں ہے۔

جس نے ان دونوں کو نہ مانا وہ مسلمان ایمان دار ہوا نہ یہودی رہا نہ نصرانی نہ مجوسی۔ "یہود" یہوذ بن یعقوبؑ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ "ذال" ، "دال" میں بدل گئی ہے یا تَہَوُّد سے مشتق ہے تہود کا معنی توبہ کرنا ہے جیسے قرآن میں ہے "اِنَّا هُدْنَا اِلَیْکَ" اَیْ تُبْنَا یا تہود کہتے ہیں ہلنے کو یہودی توراۃ کی تلاوت کے وقت ہلتے تھے جس طرح بچے مکتب میں سبق پڑھتے وقت ہلا کرتے ہیں۔ جب عیسیٰؑ آئے تو ان پر انکی تابعداری واجب ہوئی جنہوں نے انکا دین قبول کیا وہ نصاریٰ کہلائے انہیں انصار بھی کہتے ہیں۔ جیسے قرآن میں ہے

قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

یا اس لیے نصاریٰ کہلائے کہ ناصرہ نامی بستی میں آکر آباد ہوئے۔ پس جب رسولِ اکرمؐ تشریف لائے تو تمام بنی آدم جو رسولؐ بن کر آئے ان پر انکی تصدیق فرض ہوئی جنہوں نے آپ کو مانا وہ سچے مومن کہلائے۔ امت محمدیہؐ کا نام مومنین ٹھہرا اس لئے کہ اس امت کا ایمان زیادہ ہے، تصدیق نہایت شدید ہے کیونکہ یہ سارے پہلے انبیاء پر ایمان لائے ہیں آئندہ کے غیوب پر یقین رکھتے ہیں۔

جہاں تک صائبین کا معاملہ ہے وہ یہود و نصاریٰ اور مجوس کے اندر ہی ایک گروہ تھا ان کا

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کوئی دین نہیں تھا' لامذہب تھے ایک جماعتِ سلف کا قول ہے وہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے تھے اسی لئے امام ابو حنیفہؒ اور اسحٰقؒ کہتے ہیں انکا ذبیحہ حلال ہے' انکی عورتوں سے نکاح درست ہے' حسنؒ نے کہا یہ مجوس کی طرح تھے۔ دوسرا خیال یہ بھی ہے کہ یہ فرشتوں کو پوجتے تھے' زیادؒ نے کہا وہ قبلہ رو ہو کر پنجگانہ نماز پڑھتے تھے۔

ابو الزناد نے کہا عراق کے متصل بستی "کوثی" میں رہتے تھے' سب نبیوں کو مانتے تھے' تیس روزے رکھتے' یمن کی طرف منہ کر کے نماز پنجگانہ پڑھتے۔ وہب بن منبہؒ نے کہا صابی وہ شخص ہے جو نہ موحد ہو' نہ کفر کرے اور نہ کسی شریعت پر چلے۔ ابن زید نے کہا کہ جزیرہ موصل میں رہنے والوں کا دین تھا۔ "کلمہ لاالٰہ الا اللہ" کہتے نہ عمل کرتے نہ کسی کتاب پر ایمان لاتے نہ رسول کو مانتے فقط یہی کلمہ کہتے۔ اسی لئے مشرکوں نے صحابہؓ کو صائبین کہہ دیا تھا۔ خلیلؒ نے کہا وہ ایک فرقہ تھا انکا دین نصاریٰ سے ملتا جلتا تھا۔ انکا قبلہ بادِ جنوب کی طرف تھا ان کو یہ گمان تھا کہ "حضرت نوحؑ" کے دین پر ہیں۔ مجاہدؒ نے فرمایا انکا دین یہود اور مجوس سے مل کر بنا ہے اس لئے نہ انکا ذبیحہ جائز ہے اور نہ نکاح کرنا۔ قرطبیؒ نے فرمایا وہ مُوحد تھے مگر ستاروں کی تاثیر کے قائل تھے۔ ستاروں کو فاعل مانتے تھے اس لئے خلیفہ قادر باللہ کے استفسار پر ابو سعید اصطخری نے ان کے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ رازیؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ ستارہ پرست تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ نے ستاروں کو قبلۂ عبادت و دعا ٹھہرایا ہے یا اس دنیا کی تدبیر ان کو سونپی ہے پھر کہا یہ قول کشرانیین کی طرف منسوب ہے جن کے ردو ابطال کیلئے حضرت ابراہیمؑ آئے تھے۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں سب سے زیادہ ترجیحی قول مجاہدؒ و ابن منبہؒ کا ہے کہ وہ نہ یہود و نصاریٰ کے دین پر تھے نہ مجوس و مشرکین کے دین پر بلکہ اپنی فطرت پر باقی تھے۔ ان کا کوئی دین نہ تھا اس لئے مشرک لوگ مسلمانوں کو صابی کہتے تھے۔ یعنی سارے اہل ارض کے سب اَدیان سے باہر اور مختلف

ع ہم طرزِ جُنوں اور ہی ایجاد کریں گے

بعض علماء کا خیال ہے کہ صائبین وہ ہیں جنہیں کسی نبیؑ کی دعوت نہیں پہنچی بعض نے کہا وہ صابی بن شیث بن آدم کے دین پر تھے (واللہ اعلم)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ